درس ترمذی شریف

افادات : حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

نظامِ اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کی کتاب الاطعمہ کی روشنی میں

باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم

جذامی کے ساتھ کھانا کھانے کابیان

حدثنا احمد بن سعید الاشقر و ابراهیم بن یعقوب قال حدثنا یونس بن محمد حدثنا المفضل بن فضالة عن حبیب بن الشهید عن محمد بن المنکدر عن جابر ان رسول الله ﷺ اخذ بید مجذوم فادخله معه فی القصعة ثم قال کل بسم الله ثقة بالله وتو کلا علیه هذا حدیث غریب لانعرفه الامن حدیث یونس بن محمد عن المفضل بن فضالة هذا شیخ بصری والمفضل بن فضالة شیخ اخر مصری اوثق من هذا واشهر و روی شعبة هذا الحدیث عن حبیب بن الشهید عن ابن بریدة ان عمر اخذ بید مجذوم و حدیث شعبة اشبه عندی واصح۔

ترجمہ :- "احمد بن سعید الاشقر اور ابراہیم بن یعقوب فرماتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن محمد نے روایت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مفضل بن فضالہ نے روایت کی ہے اور انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر پیالے میں داخل کیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اور اس پر بھروسہ اور توکل کر کے کھاؤ۔"

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف یونس بن محمد کے طریق سے جانتے ہیں کہ وہ مفضل بن فضالہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں مفضل بن فضالہ بصری شیخ ہیں جبکہ دوسرا مفضل بن فضالہ مصری شیخ ہیں جو ان سے زیادہ ثقہ اور مشہور ہیں۔ اور شعبہ نے اس روایت کو حبیب بن شہید سے اور انہوں نے ابن بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا۔ میرے نزدیک شعبہ کی روایت زیادہ اشبہ اور صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر

عسقلانیؒ نے لکھا ہے ابن بریدۃ کا نام عبداللہ ہے اگرچہ بعض نے اس کا نام سلیمان ذکر کیا ہے مگر یہ ان کا وہم ہے دراصل یہاں ابن بریدۃ سے مراد عبداللہ ابن بریدۃ ہے اور سلیمان اس کا بھائی ہے۔

تشریح :- امراض کی دو قسمیں ہیں

(۱) متعدی امراض جو کہ ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں۔

(۲) غیر متعدی امراض جو ایک سے دوسرے کو نہیں لگتیں۔

ان متعدی امراض میں سے جذام بہت سخت مرض ہے۔اس مرض میں انسان کے اعضاء گھلنے لگتے ہیں۔

جذام کی ابتداء :

جذام ایک مہلک مرض ہے۔ طب جدید نے اسکی ماہیت اور حقیقت کی معلومات ۱۸۷۳ء میں کی ہے اور اسکے متعدی ہونے کا پتہ اسی سال کے بعد معلوم ہوا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال قبل اس مرض کے متعدی ہونے کا قول فرمایا ہے۔ان كان شئى من الداء يعدى فهو هذا يعنى جذام (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے یعنی جذام حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ سفر پر جارہے تھے کہ عسفان کے قریب جذامیوں کی بستی سے گذرے تو آپ ﷺ جلدی جلدی یعنی تیز چلنے لگے اور فرمایا کہ ان كان شئى من الداء يعدى فهو هذا (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے۔بخاری شریف کی روایت ہے اتقوا المجذوم كمايتقى الاسد (الحديث) کہ مجذوم سے اس طرح سے ڈرا کرو جس طرح شیر سے ڈرا جاتا ہے۔ایک اور روایت میں ہے۔ اتقوا صاحب الجذام كما يتقى السبع اذا هبط واديا فاهبطوا غيره۔ (الحديث) کہ جذامی سے اس طرح ڈرو جس طرح درندے سے ڈرا جاتا ہے اگر وہ ایک وادی میں اترتا ہے تو تم دوسری وادی میں اترو۔

جذام کی اقسام :

طب جدید کے حوالے سے جذام کی تقریباً پانچ اقسام ہیں مگر عموماً دو قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

(۱) سادہ جذام : اس قسم کا مرض کی اکثر آدمی کو ۲۰ سے ۳۵ سال کے دوران لگتا ہے۔

(۲) گلٹیوں والا جذام :اس قسم کے مرض کا شکار ہونے والے مریض کی عمر تقریباً ۱۰ سے ۱۹ سال ہوتی ہے یہ مرض دوسروں کو اکثر ناک کے ذریعہ لگ جاتا ہے اس لئے کہ جب مریض سانس باہر خارج کرتا ہے تو اس کے منہ و ناک سے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جراثیم نکلتے ہیں جو سانس لینے والے کے جسم میں ناک کے ذریعے داخل ہو جاتے ہیں۔اسی طرح جذامی جب ناک صاف کرتا ہے تو اس سے نکلنے والی رطوبت جراثیم سے بھری پڑی ہوتی ہے۔اور وہ جراثیم کئی دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ تو جو بھی اس جگہ سانس لے گا جراثیم اس

کو لگ جائیں گے۔ ابن السنی اور ابو نعیم اصفہانی نے رسول اللہ ﷺ سے منسوب عبداللہ ابن ابی اوفیٰ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ کلم المجذوم و بینك وبینه قدر رمح او رمحین (الحدیث) جب تم مجذوم سے بات کرو تو اپنے اور اسکے درمیان ایک دو نیزوں کا فاصلہ رکھو اس لئے کہ عموماً اتنی مقدار کے اندر دوسرے کی سانس آپ تک نہیں پہنچے گی۔ اسکے علاوہ یہ مرض جذامی کے مستعمل سرنج سے بھی لگ جاتا ہے۔ یعنی بدن کے کسی حصے میں داخل ہونے سے لگ جاتا ہے عجیب ہے کہ جذامیوں کی بیویوں کو صرف ۵ فیصد یہ مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے حضرات جو اسکے ساتھ بستر پر سونے والے ہوں انکو ۳۰ فیصد لاحق ہونے کا پتہ معلوم ہوا ہے۔ جذامی عورت کے شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہر دفعہ ہزاروں کی تعداد میں جراثیم داخل ہوتے ہیں مگر بچے پر اثر انداز نہیں ہوتے گویا اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ کے ذریعے داخل ہونے والے جراثیم خطرناک نہیں ہوتے۔

جذام کا علاج

ابھی تک ماہرین اس مرض کے علاج پر مستقلاً مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اسکے جراثیم پرورش نہیں پا سکتے تاکہ اسکا علاج دریافت کیا جا سکے۔ اس لئے اس مرض سے بچاؤ کے لئے کوئی مستقل ٹیکہ تیار نہیں کیا جا سکا۔ چونکہ یہ مرض تپ دق کے مشابہ ہے اسلئے بعض ماہرین اسکے لئے تپ دق کا ٹیکہ تجویز کرتے ہیں۔ تاکہ جذامیوں کے قریب بسنے والوں کو لگا کر ان کو اس مرض سے بچایا جا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مرض سے بچنے کے لئے زیتون کے تیل کو موثر علاج قرار دیا ہے۔ ابو نعیمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کلو الزیت وادھنوبه فان فیه شفاء من سبعین داء منها الجذام (الحدیث)

ترجمہ : "زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش کرو۔ بیشک اس میں ۷۰ امراض کے لئے شفاء ہے۔ جن میں جذام بھی ہے۔" طب جدید نے یہ انکشاف کیا ہے کہ دق اور جذام کے جراثیم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کے لئے بھی وہ دواء مفید ہے۔ جو دق کے لئے مفید ہے۔ اور عموماً اس مرض سے بچنے کیلئے ناک کے بال زیادہ موثر ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے نبات الشعر فی الانف امان من الجذام (الحدیث) کہ ناک کے بال جذام سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔

تندرستی کی علامت :

جذامی کو جب نزلہ زکام شروع ہو جائے تو یہ اسکی صحت کی علامت ہے۔ اور اس وقت جو لوگ جذام کے مریض کے قریب رہتے ہوں ان کو کم خطرہ ہوتا ہے۔

مرض اور علاج :

اللہ تعالیٰ نے امراض بھی پیدا کئے ہیں مگر انسان کو اسکا علاج بھی سکھایا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ماخلق الله داء الا خلق له دواء (الحدیث) کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی ایسا مرض پیدا نہیں فرمایا کہ اس کا علاج پیدا نہیں کیا ہو۔

یہ اور بات ہے کہ وہ دوائی کسی کو معلوم ہو اور کسی کو نہیں یا آج اگر پتہ نہیں تو دس سال کے بعد پتہ چل جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تحقیق اور اجتہاد کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم تحقیق اور ریسرچ جاری رکھو تو حکماء اور ڈاکٹر حضرات ہر دور کے اندر امراض کے علاج میں شبانہ روز مسلسل لگے رہتے ہیں۔ تاکہ امراض کا علاج کر سکیں۔ بعض امراض کے بارے میں مشہور ہوتا ہے۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے جیسے کینسر ابھی تک کہا جاتا ہے کہ یہ لاعلاج مرض ہے مگر بعض کا کہنا ہے کہ اسکا علاج موجود ہے اس لئے کہ بعض لوگ بیماری کے باوجود زندہ چلتے پھرتے ہیں اور علاج کرنے کے بعد تندرست ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح تو کئی امراض ہیں جو لاعلاج ہیں اور ایک سے دوسرے کو لگنے والے ہیں' چونکہ انسانی اخلاق خراب ہو چکے ہیں معاشرت تباہ ہو چکی ہے۔ جنسی بے راہ روی عام ہے جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان پر مختلف قسم کے مہلک امراض مسلط ہو رہے ہیں۔ جیسے آج کل ایڈز کا بہت زیادہ شور و غل ہے۔

ایڈز کی تعریف :

یہ ایک ایسی بیماری ہے جو جنسی بے اعتدالی سے لگ جاتی ہے۔ کہ انسان شب روز بد اعمالیوں اور فسق و فجور میں مبتلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایڈز کی بیماری مسلط کر دی۔ اہل یورپ چونکہ زنا اور لواطت میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ لاعلاج اور مہلک مرض مسلط فرمایا۔ قوم لوط پر اللہ نے جس طرح عذاب نازل فرمایا تھا اہل یورپ پر بھی یہ ایک عذاب نازل ہو چکا ہے۔ تو انسان ابتداء پریشان رہتا ہے کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس مرض کا علاج انسان کو بتا دیتا ہے۔ اور انسان اپنی خداداد صلاحیت سے کام لے کر مرض کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے چیچک' ہیضہ' طاعون کی بیماری تھی اور آج کل پولیو' ٹی بی۔ وغیرہ کے امراض ہیں جس کا ابتدا میں علاج نہیں تھا لیکن اب ان کا علاج پیدا ہو چکا ہے۔

متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا :

اس باب میں وہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے بیمار کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں' جس کی بیماری بظاہر متعدی ہو یا یہ مشہور ہو کہ اس قسم کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے انتہا

پسندی اور زیادتی سے کام لیا ہے کہ جس شخص کو اس قسم کی کوئی متعدی بیماری ہو تو اسکو انسان ہی نہیں سمجھتے' ہر عمل میں اپنے آپ کو اس سے الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کھانے پینے اور بود و باش اور اٹھنے بیٹھنے کو ایسا تصور کرتے ہیں کہ اسکے ساتھ ٹچ ہو جانے سے مجھے بیماری لگ جائے گی۔ اس حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ کہ یہ انکا ایمان قطعی بن چکا ہے۔

ان امراض میں صرف ایک جذام نہیں بلکہ ٹی بی' زکام آنکھوں کی بیماری اور دوسرے لاعلاج امراض اس میں شامل ہیں۔ بظاہر لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس قسم کے امراض ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں تو اس شخص کو معاشرے سے باہر بلکہ ہر چیز سے اسکو الگ کرتے ہیں' اس کے ساتھ کتوں جیسا سلوک کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ساتھ بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ طاعون سے مرنے والے کی لاش کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اس خوف سے کہ طاعون مجھے لگ جائے گا۔ مگر اسلام اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ اسلام مکمل اسکی تعدیت سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ بعض امراض ایک دوسرے سے لگ جاتے ہیں مثلاً کسی کو زکام ہو تو جب دوسرا آدمی اسکی کسی چیز کو استعمال کرے یا اسکے قریب ہو جائے تو اسی وقت دوسرے کو بھی زکام لگ جاتا ہے۔ کئی دنوں پہلے آنکھوں کی بیماری عام تھی جب کوئی کسی مریض کو دیکھتا تو اسی وقت اس کو بھی مرض لگ جاتا تھا میں خود ہر ایک کو دیکھتا اور کہتا تھا کہ مجھے نہیں لگتا مگر آخر کار مجھے بھی بیماری لگ گئی۔ تو ان مشاہدات اور بدیہیات سے اسلام انکار نہیں کرتا مگر اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اس قسم کے مریض کو کتے جیسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہے۔

اسباب و علل کی بحث :

یہ ٹھیک ہے کہ ان کے ساتھ قریب ہونا بیماری لگنے کا سبب ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں سبب موجود ہو تو مسبب بھی ہو مثلاً بعض لوگوں کو جوع البقر کی بیماری ہوتی ہے وہ کھاتے جاتے ہیں مگر ان کا پیٹ نہیں بھرتا بعض کو استسقاء کی بیماری ہوتی ہے وہ پانی پیتے جاتے ہیں مگر ان کی پیاس ختم نہیں ہوتی حالانکہ یہاں اسباب یعنی روٹی جو بھوک کو ختم کرنے کا سبب ہے اور پانی جو پیاس ختم کرنے کا سبب ہے موجود ہیں مگر مسبب وجود نہیں پاتا۔ اور نہ یہ موثر حقیقی ہے اسلئے کہ وباء کے امراض کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ بیماری لگ جانے کا ایک سبب ہے' شریعت اسلامی نے اس سے انکار نہیں کیا ہے' جیسا کہ عالم اسباب میں لاکھوں اور کروڑوں اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ تو یہ بھی مرض لگ جانے کا ایک سبب ہے۔ یہاں سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔ اور کھانا بھی چاہیے۔ اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامة ولا صفرِ (الحدیث) کہ بدفالی فقدی ھامہ اور صفر تمام کے

تمام خرافات، وہم پرستی اور توہمات ہیں، اسلام اسکی نفی کرتا ہے بلکین بعض روایات میں بطور احتیاط بچنے کا حکم دیا گیا ہے کہ فرمن المجذوم کما تفر من الاسد (الحدیث) کہ مجذوم سے اسطرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو، تو گویا اسلام ان چیزوں میں اعتدال رکھنا چاہتا ہے کہ ایک کسی چیز کا سبب ہوتا ہے اور دوسرا علت اسلام ان چیزوں کے سبب ہونے سے انکار نہیں کرتا کہ یہ امراض ایک سے دوسرے کو نہیں لگتے بلکہ ا سکے علت ہونے سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ علت کا اپنے معلول سے تخلف نہیں ہوتا۔ بخلاف سبب کے کہ وہ اپنے سبب سے متخلف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں ہر شئے کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ مگر اصل موثر حقیقی اور اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا اس چیز کا علت اللہ تعالیٰ ہے ان دونوں کے درجات جدا جدا ہیں تو اب یا مجذوم کے ساتھ کھانا سبب کے درجے میں تو ٹھیک ہے لیکن علت نہیں، علت حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ ان اسباب کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے جب اللہ بچانا چاہے تو سبب بالکل آلر رہتا ہے۔ آگ جلانے کا سبب ہے اسی سے لوگ جلتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یانار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم ترجمہ :"اے آگ ٹھنڈی ہو جا سلامتی والی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر "کا اعلان کیا تو علت کی وجہ سے آگ نے جلانا چھوڑ دیا آگ سے جلانے کا اثر ختم ہوا ورنہ بدون حکم الٰہی کے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیتی۔ اسی طرح ہوائیں بقاء انسان کا سبب ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اقوام کی ہلاکت کا سبب بنادیا اور اسکی وجہ سے وہ لوگ ملیا میٹ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسباب کو اپنے دست مبارک میں رکھا ہے۔ تو تم بھی یہ لکھو کہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سبب کو بے اثر بنادے گا۔ مجھے بیماری نہیں لگے گی۔ تو پھر انکے ساتھ کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اعتقاد کمزور ہو اسکو چاہیے کہ بچتا رہے۔ اس لئے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ ہو گا کہ یہ بیماری مجھے صرف اسی وجہ سے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار نہیں کیا بلکہ اس مریض کے اختلاط کی وجہ سے بیمار ہوا۔ کمزور اعتقاد والا شخص سبب اور علت میں فرق نہیں کر سکتا۔ وہ سبب کو علت جیسا مانتا ہے تو اس وجہ سے اس کا عقیدہ اور ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر ایمان مضبوط ہو تو بیمار کیساتھ اختلاط کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ چونکہ مضبوط ایمان والے تھے اس لئے انہوں نے مجذوم کو زبردستی اٹھایا۔ بہر حال اسباب کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے مگر اسکے ساتھ یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ جملہ اسباب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہی ذات اس میں تاثیر ڈالتی ہے اور وہی ذات تاثیر کی نفی کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ توکل کہ کھاؤ اور اللہ پر توکل کرو۔ اس لئے کہ تمام اشیاء کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمرؓ اس اونٹ کو یہ خارش کس نے لگائی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اس کو دوسرے اونٹ سے لگ گئی ہے۔ تو

آپؐ نے فرمایا تو اس اونٹ کو کس نے لگائی تو انہوں نے عرض کیا کہ فلاں اونٹ نے حتی کہ بات سوا و نٹوں تک پہنچ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من جرب الاول کہ پہلے والے اونٹ کو کس نے لگائی۔ تو ظاہر بات ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے۔ اس لئے کہ وہاں سبب منقطع تھا۔ توبہر حال اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ البتہ بدون اسباب کے وہ ذات پاک کوئی چیز ظاہر نہیں کرتی لیکن اگر اسباب کو ختم کرنا چاہتے ہیں کر سکتا ہے۔

اکابرین کا ادبی ذوق :

غالباً علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے شاعر، مورخ اور محقق گزرے ہیں، ہمارے اکابر بڑے اعلیٰ درجے کا ادبی ذوق رکھتے تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوھیؒ یہ تمام بڑے ادبی لوگ تھے۔ ادبیات چاہے فارسی ہو عربی وار دو وغیرہ زبانوں میں ان کے بڑے بڑے دواوین اور قصائد ہیں، آج تو ہم ان کی کتابوں کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دیتے، اور ان کمالات کو حاصل نہیں کرتے جبکہ زبان، تحریر و تقریر کی استعداد فرض عین ہے تب تمہاری آواز لوگ تک پہنچے گی اور تب لوگوں کو تلقین کر سکو گے جب مضمون لکھ سکو گے، شاعری کر سکو گے، اور دسروں کے اشعار پر عبور ہو گا صرف خالص خشک مولوی مت ہو کہ صغریٰ اور کبریٰ میں اپنی ساری عمر بسر کر و صرف ھلیہ بسیطہ اور حلیہ فلانیہ کے علاوہ باہر کا کچھ بھی پتہ نہ ہو، بہر حال حضرت سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے عالم دین اور سیرت النبی ﷺ کے مصنف ہیں افغانستان میں بھی اس کتاب کا پشتو / فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں میں ایسی جامع اور محققانہ کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ سیرت پر آٹھ، نو جلدوں میں یہ کتاب مشتمل ہے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے ہیں۔ ع

ہیں اسباب دست قدرت میں یوں
قلم دست کا تب میں جیسے رہے

فرماتے ہیں کہ اسباب قدرت کے ہاتھوں میں ایسے ہیں جیسا کہ قلم کاتب کے ہاتھوں میں کیسی عجیب بات کہی ہے دیکھو تم بغیر قلم کے نہیں لکھ سکتے اور نہ قلم خود بخود لکھ سکتا ہے اس غریب کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ فاء کیسے لکھا جاتا ہے اور حاء کس طرح لکھا جاتا ہے۔ تو گویا قلم سبب ہے اس لئے کہ بغیر سبب کے نہیں لکھا جا سکتا تم قلم کو اپنے دماغ سے حرکت دیتے ہو تو قلم سبب ہوا۔ بغیر اسکے خط ظاہر نہیں ہو سکتا۔ قلم تو خشک لکڑی ہے اس میں نہ آواز ہے نہ علم اور نہ فکر ہے اور نہ خود کوئی حرف لکھ سکتا ہے۔ حروف تو کاتب ہی لکھتا ہے مگر قلم کے ذریعہ۔ قلم کے بغیر لکھنا کاتب کے لئے نا ممکن ہے۔ کیا عجیب تشبیہ دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتے ہیں۔ بغیر اسکے حکم کے کوئی بیمار نہیں ہوتا مگر لانے والا کون ہے؟ جس طرح کتابت کے لئے قلم سبب ہے۔ اور اسکی علت کاتب ہے اسی طرح تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے موثر بنایا ہے۔ اس لئے کہ اسباب

ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جب جذام سبب ہے تو وہ اسکو بالکل اپنے آپ سے دور کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس میں احتیاط کریں مثلاً آگ جلانے کا سبب ہے اور دریا ڈبونے کا سبب ہے مگر ہم دونوں کو استعمال کرتے ہیں آگ سے کھانا پکاتے ہیں اور سردی کے موسم میں گرم ہونے کا کام لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آگ جلانے کا سبب ہے۔ اسی طرح لوگ دریا میں تیرتے ہیں اور ڈوبتے نہیں جبکہ دریا ڈوبنے کا سبب ہے لیکن جب اس کو احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے تو اپنی تاثیر کو نہیں دکھا سکتا تو اسی طرح جذام اگرچہ مرض کا سبب ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ایسے مریض سے بالکل نفرت کریں بلکہ نفرت کی بجائے احتیاط سے کام لیں۔

احتیاطی تدابیر :

مرض جذام سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احتیاطی ان تدابیر کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

(۱) جذام کے مریض سے دور رہنا تاکہ اسکی سانس نہ پہنچ سکے۔

(۲) بات کرتے وقت ایک دو نیزے کے برابر فاصلہ پر رہنا۔

(۳) اپنی ناک کے بالوں کو نہ کٹوانا اس لئے کہ یہ بال جذام کے جراثیم کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔

(۴) اور اس قسم کے مریض کے مرض سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور پناہ مانگنے کے لئے صبح و شام یہ دعا پڑھنا۔ الهم انی اعوذبك من الغرق و الحرق والبرص والجذام والهدام وسئية الاسقام۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ غرق ہونے سے 'آگ میں جلنے سے 'برص سے 'کوڑھ (جذام) سے عمارت کے نیچے دبنے سے اور تکلیف دہ امراض سے۔

اس دعا کی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا وہ اس قسم کے امراض سے محفوظ ہوگا۔

حضرت عمر کا واقعہ شام :

حضرت عمرؓ شام جارہے تھے کہ اچانک وہاں وبا پھیل گئی 'حضرت ابو عبیدہ بن الجراح فوجی جرنیل تھے۔ حضرت عمرؓ نے واپسی کا حکم دیا کہ اس علاقے میں وبا ہے لہذا وہاں سے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے سوال کیا أفرار من قدرالله ؟ کیا یہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا ہے ؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نفر من قدر الله الی قدر الله کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اسی کی تقدیر کی طرف جارہے ہیں۔ یعنی تقدیر سے نہیں بھاگتا وہاں بھی تقدیر خداوندی میرے ساتھ ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک ہی جملے میں عجیب جواب دیا گویا کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ یعنی احتیاط کر دو ویسے تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس وباء کو لا سکتے ہیں۔

اکوڑہ خٹک میں وباء :

حضرت والد صاحب قدس سرہ (مولانا عبدالحقؒ) فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اکوڑہ میں ایک دفعہ

طاعون کی وبا پھیل گئی سارے علاقے میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مر جاتے تھے' مردوں سے انکی اولاد بیوی اور شوہر دور بھاگتے تھے کوئی ان کے قریب نہیں جاتا تھا' تو ایک آدمی نے کمر باندھ لی اور ہر مردہ کے پاس پہنچ کر اسکی تغسیل' تجہیز و تکفین اور تدفین کرتا تھا لیکن اسکے باوجود وہ ٹھیک ٹھاک چلتا پھرتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت لمبی عمر عطا کی تھی۔ اس آدمی کا اللہ پر یقین تھا کہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں فرماتے ہیں کہ مریض کوئی ایسی مخلوق نہیں کہ ان سے نفرت کر کے دور بھاگا جائے۔

ہندؤوں میں طبقاتی نظام :-

یہ ہندؤوں کا اچھوت مذہب ہے۔ ان بدبختوں نے انسانوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ انکے ہاں طبقاتی نظام رائج ہے۔ ان میں ایک اچھوت ہے یہ لوگ بالکل شودر ہوتے ہیں اور دوسرا برہمن۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بہت اونچا تصور کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں خان' نواب اور سید وغیرہ یہ لوگ دوسروں کو کمینہ تصور کرتے ہیں اور انکو کمین کہتے ہیں تو اچھوت وہ قوم ہے جن کو انسانیت کے درجے سے بھی کم سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر اچھوت قوم میں سے کسی کا ہاتھ کسی چیز کے ساتھ لگ جائے تو برہمن اس کو نہیں کھاتے۔ اگر عام لوگوں کے نلکے سے پانی لیا تو لوگ ان کو مارتے ہیں۔ انکی زبانوں کو کاٹتے ہیں انکو کتوں اور خنزیروں سے کم تر سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے برہمن کی بات سننے کی کوشش کی انکے کانوں میں سیسہ بھر دیتے ہیں۔ ہندوستان میں ان مظلوموں کی بہت بڑی تاریخ ہے ۷۰' ۸۰ فیصد کے اس طبقے کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا کہتے ہیں کہ یہ اچھوت ہیں اور ہم برہمن۔ اسلام نے اس چھوت چھات کو ختم کیا۔ اور مزدور اور مجذوم کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس مظلوم طبقہ کی سوائے اسلام کے کسی نے انکی سرپرستی نہیں کی۔ اور حکم دیا ہے انکو اٹھا کر اپنے پاس بٹھاؤ تاکہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن مسلمان تو اپنے گانے بجانے اور لہو و لعب میں مصروف رہے۔ عیسائی جب ہندوستان آئے تو انہوں نے اس مظلوم طبقے (اچھوت) سے کہا کہ تم تو انسان ہو۔ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا تو یہ لوگ فوراً عیسائی بن گئے' اس ملک میں جن کو ہم بھنگی کہتے ہیں یہ وہی اچھوت طبقہ ہے جو ہندو تھا۔ مگر جب عیسائیوں نے اپنے ساتھ ملایا اور انکو انسانیت کا احساس دلایا اور ان سے کہا کہ تم انسان ہو تمہارے ساتھ کھانا پینا سب کچھ صحیح ہے تو سارے کے سارے عیسائی بن گئے۔ ہمارے ملک میں سارے بھنگی عیسائی ہیں۔ انکو مذہب نے عیسائی نہیں بنایا کہ انہوں نے عیسائیت کو جان لیا ہو بلکہ عیسائیوں نے انکے ساتھ خوش اخلاقی کی تو عیسائی بن گئے اور مسلمانوں نے یہ کام نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر عمل چھوڑ دیا اگر ہم آپ ﷺ کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوتے تو یہ لوگ عیسائی بننے کی بجائے مسلمان ہوتے۔ خیر وہ تو ہندو تھے آج کل تو خان' نواب چودھریوں نے آزاد مسلمانوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ مزدور کاشتکار ان کے ساتھ چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا اور نہ انکو

موت کے گھاٹ اتارتے ہیں کہ انہوں نے خان اور نواب کی توہین کی ہے۔ اسلام نے اسکو بالکل ختم کردیا ہے۔
کیا اب بھی مولویوں اور طلباء میں سے کسی نے کسی بھنگی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا ہے بلکہ تم تو ان سے نفرت کرتے ہو کیا خان، نواب اور زمیندار نے مزدور کو اپنے ساتھ بیٹھایا ہے بلکہ اس کو حقیر جانتے ہیں آگے آئے گا کہ حرہ و دخانہ یعنی اس کھانے کی گرمی اور دھوئیں سے تم بے غم تھے تو اب ان کو زبردستی بٹھاؤ الٹے منہ میں نوالہ دے دو۔

اسلام کا نظام عدل :

سوشلزم کیا چیز ہے وہ تو لعنت ہے اسلام نے سب کو برابر کیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے غریب اور مالدار کے مابین جو بڑا فاصلہ پیدا کیا ہے۔ اسلام نے اسکو ختم کیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاق حسنہ :

مولانا عطاءاللہ شاہ بخاریؒ جیل میں تھے جب کھانے کا وقت ہوجاتا تو جو بھنگی وہاں جیل میں کام کرتے تھے ان میں سے کسی ایک کو زبردستی ساتھ بٹھاتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے کہ آپ سید ہیں، سردار ہیں، ہم آپ کے ساتھ کیسے بیٹھ کر روٹی کھا سکتے ہیں۔ مگر شاہ صاحبؒ انکو زبردستی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے اور وہ شرماتے مگر شاہ صاحبؒ ان کے منہ میں نوالہ ڈالتے تھے جس کی وجہ سے جیل خانے کے کئی عیسائی مسلمان ہوگئے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے عالم دین نے ہماری اتنی قدر کی۔ یہ سارے اعمال رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں واخذ بیدہ، تو رسول اللہ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تکلف کرتا ہوگا تو آپ ﷺ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا کہ نہیں وہ شرمارہا تھا اور لیت ولعل سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے برتن میں شریک کیا۔ اور فرمایا کہ کھاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام لو اسکے دو معانی ہیں۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس مجذوم کا نام معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی تھا۔ ثقة بالله وتوكلا عليه دونوں ماقبل سے حال ہے اور دوسرا پہلے کی تاکید ہے مگر اس کے حال ہونے کے دو معانی ہیں۔

(۱) حال کونك واثقا ومتوكلا عليه اس حال میں کہ تم وثوق کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس پر یقین اور اعتماد رکھنے والے ہو اور اللہ پر توکل کرنے والے ہو۔ تو گویا یہاں ثقة وتوكلا مصدر کے معنی میں ہیں۔ لیکن یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس مجذوم کو کیا توکل کرنا تھا وہ تو ویسے بھی بیمار تھا تو اسکو وثوق کی کیا ضرورت تھی تو اس کے بارے میں یہ ترجمہ کیسے صحیح ہوگا؟

<u>جواب :-</u> اس کے لئے وثوق کرنا بھی صحیح ہے اس لئے کہ ایک تو اپنے آپ کا غم و فکر کرنا ہے اور دوسرے کا غم و فکر کرنا ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو جملہ کائنات سے زیادہ محبوب تھے تو وہ مجذوم

اگر چہ خود بیمار تھا مگر اس کی یہ فکر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تھی کہ یہ تو متعدی بیماری ہے کہیں آپ کو نہ لگ جائے اور آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بہت محبوب تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں انہیں بہت عزیز ہوں' اس لئے ان کو یہ کلمات سکھائے۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ میں اللہ کے ساتھ وثوق اور اس پر توکل کرتا ہوں کہ کہیں یہ مرض آپ کو نہ لگے۔

(۲) حال کو ننا واثقین بالله اس حال میں کہ ہم اللہ پر وثوق رکھنے والے ہوں۔ ایک تیسرا متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ ثقۃ اور توکلا دونوں فعل محذوف کے لئے مفعول مطلق بن جائیں تو معنی ہو گا کل معی اثق ثقة بالله و اتو کل توکلاً۔ یہاں ثقہ مصدر یعنی وثوق ہے جیسے عدۃ بمعنی وعد ہے۔

ثقه و توکلا میں فرق

بعض نے کہا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں مگر بعض نے اس میں فرق کیا ہے کہ اگر تمہارے پاس اسباب موجود ہیں لیکن تمہارا اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہے تو اس اعتماد کو توکل کہا جاتا ہے۔ اور اگر آپ کے پاس اسباب نہیں پیسے یا روٹی وغیرہ گھر میں نہیں ہے اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہو تو اس اعتماد کو ثقة کہا جاتا ہے۔ یہ کم درجہ کا اعتماد ہے۔ اس لئے کہ جب انسان کے پاس کچھ بھی نہ ہو اس کے گھر میں چوہے نیزہ بازی کرتے ہوں تو وہ مجبوراً اللہ پر اعتماد کرتا ہے۔ لیکن جب گھر غلہ سے لبریز' بینک میں پیسے پڑے ہوں اور پھر بھی اس کو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مسافر آیا آپ ﷺ نے اسکی اونٹنی کے بارے میں پوچھا کہ سواری کہاں چھوڑ آئے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے توکل پر چھوڑی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعقل و توکل۔ پہلے اسکے پاؤں کو باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ تو پہلے کمرے کو تالہ لگاؤ اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ اس توکل کو پسند نہیں کرتا کہ تم نے کمرے کو یا صندوق کو تالہ نہیں لگایا ہے اور اللہ پر توکل کرتے ہو۔ تو یہ توکل نہیں بلکہ اسباب کو بروئے کار لا کر پھر اللہ پر بھروسہ کرنا توکل ہے اور یہ اعتماد کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔

عن شعبة ان عمر رضی الله عنه اخذ بيد مجذوم الخ شعبہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہو تو اسکو عملی جامہ پہنا کر اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایسا کیا ہو اس لئے کہ صحابہ کرام تو رسول اللہ ﷺ کے ہر ہر عمل کو لوگوں تک اسی کیفیت کے ساتھ پہنچاتے تھے اور یا یہ حدیث تقریری ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا عمل کیا ہو اور رسول اللہ نے دیکھ کر انہیں منع نہ کیا ہو۔

بہر حال مجذوم کے ساتھ کھانے میں کوئی قباحت نہیں اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں تاہم کمزور ایمان والے لوگ اس سے اجتناب کریں تاکہ ان کے عقیدے میں کوئی فرق نہ آئے۔